سودی نظام اور اسلامی بینکاری کا علمی و تحقیقی جائزہ

A Theoretical and Research Review of Usury System and Islamic Banking

خلیل الرحمٰن جاوید *

Abstract:

The usage of Haram income is such an ulceration that even the prayers of the person involved go unanswered; specifically in this regard interest has been referred to as a declaration of war with Allah and His Prophet Muhammad(SAW).The Quran also says that Allah destroys interest and gives increase for charities which translates to the fact that an economy based on interest can never prosper as Allah has himself made a promise of destroying it.For the Prevention of interest and promoting a Halal economy, the Islamic banking has been a breakthrough and a glimmer of hope although it does require more improvements. It is a better and appreciable effort through which getting rid of the Interest based economy would be attainable. Insha AllahTherefore, we should support and encourage the Islamic banking industry and discourage interest based economy in order to protect ourselves and our future generations from this major sin.

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے جو دین نازل فرمایا وہ اسلام ہے، اور اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور ضابطۂ حیات ہے، قرآن کریم جس کی تلاوت کو اللہ نے عبادت قرار دیا اور اس کے اتباع کا حکم دیا، اور اس کے احکام پر عمل کو ہم پر فرض اور لازم کیا، اس میں تقریباً پانچ سو کے قریب آیاتِ احکام ہیں، جن میں اصولِ تشریع اور قواعد کلیہ بیان ہوئے۔ عقیدے، اخلاق اور اعمال کے بارے میں تفصیلات ذکر ہوئیں۔ اہلِ علم و تحقیق نے ان آیات کی الگ اور مستقل تفسیریں بھی لکھیں، جنہیں ''تفسیر آیات الأحکام'' کا نام دیا گیا۔ ان آیات میں عبادات کے احکام ہیں، معاملات کا بیان ہے اور معاملات کی پھر متعدد قسمیں بیان کی گئی ہیں اور انہی اقسام میں سے ایک اقتصادی نظام بھی ہے، جو شریعت اسلامیہ کا لازمی حصہ ہے۔

نظامِ اقتصاد کو اہلِ علم نے پھر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی

ہدایتِ ربانی

أ- ایسے اقتصادی اور مالی امور و معاملات جن پر اس نظام کا نظم ونسق قائم ہے۔ کسب واکتساب کے اصول، کیا کمانا، کیسے کمانا اور کن اصول وضوابط کو ملحوظ رکھ کر کمانا ہے۔ ایسے ہی خرچ کرنے کے اصول و قواعد اور طریقے، یعنی انسان مال کمانے اور خرچ کرنے میں ہدایاتِ ربانی کا پابند ہے۔ اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس بارے میں بہترین اور جامع راہنمائی فرمائی ہے۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾1

"اور وہ (نیک) لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول اڑاتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ اس کے درمیان رہتے ہیں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام پر ان کی قوم نے اسی ربانی ہدایت اور جامع نظام کی وجہ سے اعتراض کیا تھا جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔ فرمایا:

{قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ}2

"انہوں نے کہا! اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے ہیں ہم انہیں چھوڑ دیں، یا اپنے مالوں میں اپنی منشا کا جو تصرف کرتے ہیں وہ بھی چھوڑ دیں۔"

احکامِ الٰہی کی اس قسم سے متعلق قرآن کریم میں تقریباً دس آیات ہیں۔

(ب): مالی امور و معاملات کے بارے میں معاشرتی احکام، جن کا تعلق باہم لین دین اور افرادِ معاشرہ کے درمیان آپس میں دولت کی گردش کے اصول و قواعد کے ساتھ ہے، جس میں بیع و تجارت، شراکت، اجارہ، رہن، کفالت، قرض اور مرابحہ وغیرہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ}[3]

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور اس کو (رشوت بنا کر) حاکموں کے پاس نہ پہنچاؤ، تاکہ اس طرح لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور تم علم بھی رکھتے ہو۔" نیز فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ}4

"اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر صرف اس صورت میں کہ باہم رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو۔"

اس موضوع کی تفصیلات تقریباً ستر آیات میں بیان ہوئی ہیں۔

الغرض شریعت نے مالی امور سمیت ہر شعبۂ زندگی کیلئے جامع احکام دیئے ہیں، جنکی تفصیلات کتاب و سنت میں بیان کر دی گئی ہیں۔

اسلام میں مال کی اہمیت اور اس کی درست تقسیم

مالی امور و معاملات پر انسان کی زندگی اور ان کے پر امن بقائے باہمی کا بڑا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ نے مال کو "قیام" یعنی زندگی کا سہارا اور اسے بہتر طریقے سے گذارنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:{وَلَا تُؤْتُوا السُّفَہَاۓَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰہُ لَكُمْ قِيَامًا}5

"بے عقل لوگوں کو ان کا مال، جسے اللہ نے تم لوگوں کیلئے سبب معیشت بنایا ہے نہ دو۔"

مال کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کا ذمہ خود لیا، اور انسانوں کے درمیان "معیشت" خود تقسیم کی اور لوگوں کی اس پر عارضی ملکیت کا تعین بھی خود کیا، اس طرح انسانوں کو باہم ایک دوسرے کی خدمت پر لگا دیا۔ فرمایا:{ أَہُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَہُمْ مَعِيشَتَہُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَہُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُہُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُوْنَ} 6 "کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کے ایک دوسرے پر درجے بلند کر دیئے، تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں، اور جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔"

اللہ نے اپنے فضلِ خاص سے انسان کو حقِ ملکیت عطا کیا اور اس میں تصرف کا اختیار دیا، اسے ناجائز استعمال کرنے اور بے جا ضائع کرنے سے منع کیا۔ فرمایا:{وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ}7

"اور اگر توبہ کر لوگے، تو تمہارے اصل اموال تمہارے لیئے ہیں، نہ ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

{ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّہُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ}8

"اور کھاؤ اور پیو اور بے جا ضائع نہ کرو، بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

انسان کا جب رشتۂ حیات منقطع ہوتا ہے، تو اس کی یہ اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی عارضی ملکیت بھی عارضی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مال کی از سر نو "تقسیم وراثت" کے ذریعے نئی ملکیت کا تعین فرما دیتے ہیں، اور اس تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدیں قرار دیکر اس کی اہمیت بیان فرمائی، اور ان حدوں کو توڑ کر غلط تقسیم کرنے اور کمزوروں کو طاقت کے بل بوتے پر دبانے کی مذمت کی اور اس پر اپنے عذاب کی سخت وعید سنائی۔ فرمایا:{تِلْکَ حُدُودُ اللّٰہِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ يُدْخِلْہُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِہَا الْأَنْہَارُ خَالِدِينَ فِيہَا وَذَلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ * وَمَنْ يَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَہُ يُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِيہَا وَلَہُ عَذَابٌ مُہِينٌ}9

"یہ (وراثت کے احکام) اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا، اللہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے گا، اس کو اللہ آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہو گا۔"

سنت نبویہ علیہ السلام میں بھی مالی امور و معاملات کے اصول و قواعد کے سلسلے میں بڑا مواد موجود ہے۔ متعدد نصوص براہ راست اصول متعین کرتی ہیں اور فقہاء و مجتہدین نے نصوص سے استنباط کر کے بھی بڑا معقول مواد معاشرے کی راہنمائی کیلئے فراہم کیا ہے۔

اسلامی معیشت کے چند اہم اصول

یہی اصول اور قواعدِ عامہ اقتصادی مسائل کیلئے اساس و بنیاد ہیں، اور احکام کی ترتیب اور مالی معاملات کی تفہیم کیلئے سہولت فراہم کرتے ہیں۔ نئے پیش آنے والے امور کا انہی کی روشنی میں کتاب و سنت کے مطابق جائزہ لیا جاتا ہے اور جائز اور ناجائز کا تعین کیا جاتا ہے۔ باقی شریعت کی طرح یہ نصوصِ کتاب و سنت اور ان کی تفہیم و تسہیل کیلئے مرتب کردہ یہ اصول و قواعد اُمّت کی راہنمائی کیلئے ابدی و دائمی حیثیت کے حامل ہیں، معاشرے کے تمام معاشی مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔

مثلا: (اِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ) 10 ''تجارت دو طرفہ رضامندی سے ہے۔''

(وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)11

''مسلمان اپنی طے شدہ شرطوں کے پابند ہیں ماسوا ایسی شرط کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے۔''

(لَا ضَمَانَ عَلَى مُؤْتَمَنٍ)12 ''جس کے پاس امانت رکھی جائے (ضائع ہونے کی صورت میں) وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔''

(لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)13 ''وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔''

(لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ)[14] ''مسلمان آدمی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔''

(نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ)[15] ''نبی ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔'' وغیرہ وغیرہ۔

اطاعت و فرماں برداری اور حجّت و سند کے اِعتبار سے سنتِ نبویہ میں وارد اصول و احکام کی بھی وہی حیثیت ہے جو کتاب اللہ میں وارد اصول و احکام کی ہے۔ سنّت تینوں اقسام یکساں اہمیت کی حامل ہیں بشرطیکہ صحیح سند سے اُس کا قولِ رسول ﷺ ہونا یا فعل رسول ﷺ ہونا یا تقریر رسول ﷺ ہونا ثابت ہو، البتہ جہاں قول اور فعل میں تضاد واقع ہو اور دونوں صحیح سند سے ثابت بھی ہوں تب اُمّت قول پر عمل پیرا ہو گی اور فعل پیغمبر علیہ السلام کے لئے خاص ہو گا در حقیقت اللہ جل جلالہ نے اس آخری اُمّت پر اِحسانِ عظیم کرتے ہوئے اپنی کتابِ عظیم کے ساتھ ایک معلّمِ اعظم ﷺ بھی اس اُمّت کو عطا کیا جو اپنے جملہ اَوصاف کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم، محسنِ انسانیت اور شارحِ قرآن ہونے کے منصب پر فائز ہیں۔ دلیل و حجت کے اِعتبار سے قرآن میں پائے جانے والے حکم میں اور حدیثِ رسول ﷺ میں پائے جانے والے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں جو وزن قرآنِ کریم کا ہے وہی وزن حدیث رسول ﷺ کا ہے کیونکہ یہ حکم بھی قرآن مجید میں موجود ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا﴾[161]

جو کچھ رسولؐ سے ملے اُسے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز آجاؤ۔

❷ جب ہم قرآن کو اسلام کا پہلا مأخذ اور حدیث کو دوسرا مأخذ کہتے ہیں تو اُس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ ہر مسئلہ سب سے پہلے قرآن میں تلاش کیا جائے اگر اُس میں نہ ملے تب حدیث میں ڈھونڈا جائے یہ فکر پاک و ہند میں موجود ایک مخصوص طبقے کی ہے جس کی اسلام ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتا، اگر کسی مسئلے سے متعلق آپ کے پاس فرمانِ نبوی ﷺ سے دلیل موجود ہے یا فعل نبوی ﷺ سے یا پھر تقریر رسول ﷺ سے صحیح سند سے آپ کے پاس دلیل موجود ہے تو آپ عمل سے پہلے اُس کی مزید دلیل قرآن مجید سے تلاش کرنے کے مکلف نہیں ہیں اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے جس طرح کہ قرآنِ مجید وحی الٰہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ قرآن مجید ایسی وحی ہے جس میں الفاظ و مضامین اللہ جل جلالہ کے نازل کردہ ہیں اور حدیث رسول ﷺ ایسی وحی ہے جس میں بیان کردہ مضامین تو اللہ جل جلالہ کے القاء کردہ ہیں البتہ الفاظ کی تزئین و آرائش رحمت عالم ﷺ کی پیش کردہ ہے۔

❸ بنیادی طور پر سب کے نزدیک مأخذ شریعتِ اسلامیہ صرف دو ہی ہیں یعنی قرآنِ مجید اور حدیث رسول ﷺ باقی دو مأخذ یعنی اجماع اور قیاس پہلے اور دوسرے مأخذ کے تابع ہیں۔

قرآن کریم کے علاوہ جو احکام نبی علیہ السلام دیتے تھے، وہ نبی اکرم ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی تھی یا بعض اہلِ علم کے خیال کے مطابق ان میں سے کچھ آپ ﷺ کے اجتہادات تھے، جنہیں بعد میں وحی کے ذریعے برقرار رکھا گیا، جو قرآن کی تفسیر و تاکید کے علاوہ مستقل بالذات احکام بھی ہیں۔ ہر صورت میں وہ شریعت کا جزوِ لازم ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کی شرعاً قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سودی نظام کا مطالعہ قرآن کریم کی روشنی میں

ایک مقام سورۃ الروم میں ہے جو کہ مکی سورۃ ہے، اور باقی تین مقامات سورۃ النسآء، سورۃ آل عمران اور سورۃ البقرۃ میں ہیں، اور یہ تینوں سورتیں مدنی ہیں، سورۃ الروم میں باہم مالی تعاون و تعامل کے دو طریقے ذکر کئے اور ایک خوبصورت اور جامع و کامل تقابل پیش فرمایا۔

ا۔ ایک سودی لین دین اور ربوی تعامل۔ جو بظاہر اصحاب الأموال کیلئے مفید اور مال میں بلا مشقت و محنت بڑھوتی اور اضافہ کا ذریعہ نظر آتا ہے، مگر حقیقتاً اور فی الواقع وہ مال کی ہلاکت و بربادی اور دنیا و عقبیٰ کے خسارے کا باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ، حرام اور اس کے غیض و غضب کا موجب ہے۔

۲۔ دوسرا صدقہ و زکوۃ کے ذریعے گردشِ دولت کا ذریعہ ہے۔ جس کا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اس کے بندوں پر احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا ہوتا ہے، یہ حقیقتاً صاحبِ مال کے مال میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے، اور اس میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے اور اس اضافہ کی ضمانت بھی خود اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام، قرآنِ کریم کا معجزانہ بیان ہے جس پر یقین کیلئے اخلاص و ایمان اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور توکل کی ضرورت ہے۔ مادی نقطۂ نظر سے یہ بات نا قابل یقین نظر آتی ہے کہ جو مال اضافے کے ساتھ واپسی کی شرط پر دیا جائے وہ ہلاکت و بربادی کا ذریعہ ہو اور جو نا قابل واپسی بلا معاوضہ دیا جائے وہ رأس المال میں اضافہ کا سبب بنے۔ ارشاد فرمایا:

{وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ}[17] "اور تم جو سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اس سے بڑھوتی ہو، تو اللہ کے ہاں اس میں اضافہ نہیں ہوتا اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ کی خوشنودی طلب کرتے ہو، سو یہ لوگ صرف یہی اپنے مالوں کو بڑھا کر کئی گنا کرنے والے ہیں۔"

اسی مفہوم اور معجزانہ خبر کا سورۃ البقرۃ میں بھی ضمناً ذکر ہوا ہے۔ فرمایا:

{يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[18] "اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔"

سورۃ الرّوم میں مذکورہ بالا آیات سے قبل تمہید باندھی اور بتایا کہ دنیا میں مالی تفاوت اور فقیر و امیر کا فرق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رزق میں تنگی اور فراخی کا انتظام اس نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے، اس کا راستہ سودی نظام نہیں ہے بلکہ اہلِ قرابت کو ان کے حقوق ادا کرکے اور فقراء و مساکین اور مسافروں پر احسان کرکے اور بلا معاوضہ خرچ کرکے تعاون اور تعلق کی راہیں ہموار کی جاسکتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

{أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ * فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ}[19]

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ ہی جس کیلئے چاہتا ہے روزی میں فراوانی دیتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں اس قوم کیلئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں، سو قرابت داروں کو ان کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں، اور یہ لوگ صرف یہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اس مقام پر سود کے نقصانات اور صدقہ وزکوٰۃ کے فائدے ذکر کر دیئے، ترھیب وترغیب کا اسلوب اختیار فرمایا اور واضح الفاظ میں سود کی حرمت کا ذکر نہیں کیا اور باقی تین مقامات یعنی سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران اور سورۃ النسآء جو مدنی ہیں ان میں دوٹوک الفاظ میں سود کی ہر شکل کو حرام قرار دیا اور اس کے لین دین پر سخت وعید اور عذاب کا ذکر کیا، اور اس نظام پر عمل کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

سورۃ النسآء میں یہودیوں کا احوال ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان پر ان کی شریعت میں سود حرام کیا گیا تھا مگر وہ حسب عادت وہی کام کرتے تھے جس سے ان کو منع کیا جاتا تھا، تو انہوں نے سودی کاروبار کو روا رکھا تو اپنے کیئے کی سزا پائی۔ فرمایا:

{فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ كَثِيْرًاوَأَخْذِهِمُ الرِّبَاوَقَدْنُهُوْا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا}[20]

”تو جو لوگ یہودی ہوئے ان کی طرف سے ظلم کے سبب سے ہم نے ان پر بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کیلئے حلال کی گئی تھیں ان پر حرام کر دیں، اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور ان کے سود لینے کی وجہ سے بھی حالانکہ ان کو اس سے روکا گیا تھا اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کی وجہ سے بھی، اور ان میں سے کافروں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں بھی سودی لین دین ایک پختہ نظام اور اس پر عمل ان کی عادت بن چکا تھا، اس لئے یہودیوں کے بارے میں عذاب اور وعید کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مقام پر سورۃ آل عمران میں شریعت اسلامیہ کا موقف واضح اور دوٹوک الفاظ میں ذکر فرمایا اور سود کی حرمت کا اعلان فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوْا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ * .... *وَأَطِيْعُوْا اللهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ}[21]

”اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ، اور آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔“

اس ترغیب وترھیب اور تمہیدی بیان اور شرعی حکم کے بعد سورۃ البقرۃ میں سود خوروں کے دنیوی واخروی انجام، ان کی حالت اور اس کے بھیانک نتائج کا ذکر فرمایا، اور اس نظام کے علمبرداروں کے دلائل کا جواب دیا۔ فرمایا:

{الَّذِينَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ .... ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ}[22]

”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہونگے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر بدحواس بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی سود کی طرح ہی ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، تو جس شخص کے پاس اس کے رب

کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ رک گیا تو جو پہلے گذر چکا وہ اس کیلئے ہے، اور اس کا فیصلہ اللہ کے پاس ہے اور جو دوبارہ (سود کی طرف) لوٹے گا تو وہ لوگ جہنمی ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہونگے۔ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے، اور اللہ ہر سخت ناشکر گزار، گنہگار کو ناپسند کرتا ہے، یقینا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے صالح عمل کئے اور نماز قائم کی، اور زکوۃ ادا کی، ان کا اجر ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خلاف اعلان جنگ سن لو اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے اصل مال تمہارے لیئے ہیں، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور کوئی شخص تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینا ہے، اور صدقہ کر دینا تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈر جاؤ جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

قرآن حکیم کے اس واضح اور تفصیلی بیان کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ سود کی ہر نوع اور ہر شکل مکمل طور پر حرام ہے۔ وہ ذاتی ضروریات کیلئے ہو، یا کاروباری ضروریات کیلئے، کم ہو یا زیادہ، عصر جدید کا سود ہو یا زمانہ جاہلیت کا کئی گنا، جاہلیت کے کئی گنا سود کا واقعاتی حوالے سے ذکر ہوا ہے ورنہ اس کی ہر شکل حرام ہے۔ ویسے بھی عدم ادائیگی کی صورت میں سود در سود خود بخود کئی گنا ہو جاتا ہے جیسے وطن عزیز کے بیرونی سودی قرضوں کی مثال سامنے ہے۔ ان آیات میں مذکورہ احکام کی مزید وضاحت اور تاکید کیلئے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا یہ فرمان کافی ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:(وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ) [23]

"اور دورِ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں جو اپنا سود چھوڑ تا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، وہ سارا چھوڑ دیا گیا۔"

قرآنی ہدایات کا خلاصہ

مذکورہ آیات میں قرآن کریم نے نظامِ معیشت کے بارے میں جو علمی و فکری اور عملی راہنمائی کی ہے، اسے درج ذیل چند نکات میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کی عطا کردہ عمومی ہدایت اور فکر ہے۔

۱۔ اقتصادی نظام اور معاشی معاملات میں بھی دیگر نظامِ زندگی کی طرح ظلم وستم اور سنگ دلی کا عنصر معاشرے میں نہیں ہونا چاہیے۔

{لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ}[24]

۲۔ بغیر محنت حصولِ مال کی کوشش ناپسندیدہ ہے، انسان کو وہی ملنا چاہیے جس کیلئے اس نے محنت کی ہے۔ مزید کی خواہش ہو تو

اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے، اپنے بھائی کا مال بٹورنے کی کوشش نہ کرے۔

{لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ اِنَّ اللهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا}[25]

۳۔ مالی امور اور معاملات میں احکام شریعت کی پابندی کے ساتھ باہمی رضامندی بھی ہونی چاہیے، کسی کی مجبوری سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش ناپسندیدہ ہے۔ {إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ}[26]

۴۔ "ربا" کی حرمت کی اصل علت "زیادتی" ہے۔ اسی لئے اسے رباسے تعبیر کیا گیا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اسے "فضل" بھی کہا جاتا ہے۔ {لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً} [27]

۵۔ اسلام نے مالی امور میں فرد اور معاشرے دونوں کے مفادات و مصالح کا تحفظ کیا ہے، البتہ اجتماعی مفاد اور ترقی کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ ارتکازِ زر میں کسی کا مفاد نہیں ہے صرف اصحاب الأموال کیلئے بے مقصد تسکین کا سامان ہے، اس لیئے مفید گردشِ دولت کو اہمیت دی گئی ہے۔ {كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ}[28]

۶۔ گردشِ دولت کا سب سے بہترین طریقہ قرضِ حسنہ اور صدقات وزکوۃ ہیں، اسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا اور بڑھاتا ہے۔ اور سب سے بدترین طریقہ سودی نظام ہے جسے اللہ ناپسند کرتا اور مٹاتا ہے۔ {يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[29]

۷۔ سود حقیقتاً ارتکازِ زر کا طریقہ ہے بظاہر خواہ اس میں گردشِ دولت ہی نظر آتی ہو، اسے ماہرین اقتصادیات بھی معیشت کیلئے گھن ہی قرار دیتے ہیں۔

۸۔ اسلام کے نظامِ معیشت کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی بنیادیں، احسان، عفو و درگزر اور معروف پر رکھی گئی ہیں، جس سے معاشرے میں محبت والفت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے بغض و عداوت کے احساسات پیدا ہوتے ہیں اور معاشرہ بے سکونی کا شکار ہو جاتا ہے۔ {وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ}[30]

۹۔ مقروض تنگ دست اور نادار ہو تو اسے سارا قرض یا کچھ حصہ معاف کر دینے یا کم از کم مہلت دینے کا حکم ہے، اور یہ سب کچھ لوجہ اللہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ اسے دی گئی مہلت کے عوض قرض میں اضافہ کر کے مزید زیر بار کر دیا جائے، یہ اضافہ بدترین سود اور خود غرضی ہے، جس پر اللہ کی سخت ترین ناراضگی کی وعید ہے۔ {وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ}[31]

۱۰۔ مدت تک سودخوری میں ملوث ہونے کے باوجود توبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے اور سود خور کے رأس المال کی ملکیت بھی قائم رہتی ہے، توبہ کرنے پر شریعت اسے تہی دست نہیں کر دیتی۔ {وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ}[32]

۱۱۔ سود کی لعنت کا علم ہونے اور اس پر اللہ کی طرف سے وعید شدید کا پتہ چل جانے کے باوجود اسے نہ چھوڑنا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کا چیلنج قبول کرنے کے مترادف ہے۔ {فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ}[33]

۱۲۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ باقی نظامِ زندگی کی طرح مالی امور میں بھی اخروی جواب دہی کا احساس ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے ۔دنیا کو عقبیٰ سے الگ کر کے کبھی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا۔{وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ }[34]
مزید غور کرنے سے اس وحیٔ الٰہی میں اور بہت سی ہدایاتِ ربانی مل سکتی ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنی دنیا و عقبیٰ کی اصلاح کی فکر کر سکتا ہے۔{وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيْهِ إِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَہُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ}[35]
"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہو گا۔"

ربا کے بارے میں نبویؐ ہدایات و تعلیمات

کتاب اللہ کی یہ آیات جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، سود کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر واضح کرتی ہیں۔اس پر سنت نبویہ کی وہ نصوص اور نبی ﷺ کی وہ تشریحات ہیں، جو مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں اور زمانۂ جاہلیت سے جاری اس بدترین سودی نظام کی بیخ کنی کیلئے بہترین علمی و فکری مواد فراہم کرتی ہیں۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں یہ اعلان فرمادیا تھا کہ:(مَنْ تَرَکَ مَالًا فَلِوَرَثَتِہِ وَمَنْ تَرَکَ كَلًّا فَإِلَيْنَا)[36] "مرنے والا جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے،اور جو شخص قرض چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمہ ہے۔"
اور پھر اسلامی سلطنت میں یہ منظر بھی دیکھا گیا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے مال لیکر پھرتے ہیں اور کوئی صدقہ وصول کرنے والا نہیں ملتا۔
مسلم معاشرے میں جب تک یہودی اثر و نفوذ دوبارہ نہیں آیا اس وقت تک مسلمان سود سے ناآشنا رہے اور ان پر اللہ کی طرف سے رحمت کی برکھا برستی رہی۔آج پھر یہودی، بابلی اور یونانی سودی نظام کو مختلف ناموں سے خوشنما کر کے پیش کر رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان اس کا تیزی سے شکار ہو رہے ہیں۔تو اس مسئلہ کا ایک ہی حل ہے کہ امت کو کتاب و سنت سے دوبارہ روشناس کرایا جائے اور انہیں اسلام کے نظامِ معیشت کی خیرات و برکات سے آگاہ کیا جائے، سودی نظام کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر عام کیا جائے اور اس کے دنیوی و اخروی نقصانات کی وضاحت کی جائے اور {يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[37] کا قرانی فلسفہ اور ربانی حکمت لوگوں میں نشر کر کے انہیں اس الٰہی معجزے پر ایمان لانے کی ترغیب دی جائے۔

حرمتِ سود کے بارے میں وعید اور تشدید

(اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَا ہُنَّ قَالَ .... وَ أَكْلُ الرِّبَا)[38]
"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو، آپ ﷺ سے پوچھا گیا وہ سات کام کیا ہیں تو آپ ﷺ

نے فرمایا:............. اور سود کھانا۔"

(عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ)[39]

"حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، اور کھلانے والے پر، اور اسے لکھنے والے پر، اور اس کے دونوں گواہوں پر اور یہ بھی فرمایا کہ وہ (گناہ میں) برابر ہیں۔"

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ)[40]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ربا (سود) کے ستر گناہ ہیں اور ان میں سے آسان (کم از کم) بھی اس قدر گھناؤنا ہے جس طرح کوئی اپنی ماں سے نکاح کرلے۔"

(عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً)[41]

"حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک درہم سود جسے انسان یہ جانتے ہوئے کہ وہ سود ہے کھاتا ہے تو چھتیس بار بدکاری سے بھی بڑھ کر سخت (گناہ) ہے۔"

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا)[42]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایک قوم پر سے گذرا جن کے پیٹ گھروں جیسے (بڑے بڑے) تھے، اور ان میں سانپوں کا بسیرا تھا جو باہر سے نظر آتے تھے، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔"

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَأَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺقَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ وَيُرْوَى مِنْ غُبَارِهِ)[43]

"حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کوئی شخص نہیں بچے گا مگر اس نے سود کھایا ہو گا، اگر کسی نے نہیں کھایا ہو گا تو اس کی بھاپ ضرور اس کو پہنچی ہو گی۔" ایک روایت میں بخار (بھاپ) کی بجائے غبار کے الفاظ ہیں۔

(وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَأْخُذْ هَدِيَّتَهُ)[44]

"حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر آدمی کسی کو قرض دے تو پھر اس کا ہدیہ قبول نہ کرے"

یعنی قرض دینے کی صورت میں رأس المال پر کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا سود شمار ہوتا ہے، اسی لیئے سود کی تعریف بھی یہی کی

گئی ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں ربا کا مفہوم

ربا کے لفظ اور اس کے قرآنی مفہوم سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں احادیث وآثار اور اجماعِ امت سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا:

(اَلَا وَاِنَّ کُلَّ رِبًا فِی الْجَاہِلِیَّۃِ مَوْضُوْعٌ لَکُمْ رُؤُس أَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ غَیْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّہٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّہٗ)[45]

"لوگو! خبر دار ہر وہ ربا (سود) جو جاہلیت میں لوگوں کے ذمہ تھا تم پر سے پورے کا پورا ختم کر دیا گیا ہے، تمہارے لیئے صرف قرض کی اصل رقم (رأس المال) ہے، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا اور سب سے پہلے جو ربا ختم کیا جاتا ہے وہ عباس بن عبد المطلب کا رباہے، وہ پورا چھوڑ دیا گیا ہے۔"

نبی علیہ السلام کے اس اعلان سے معلوم ہوا کہ رأس المال یا اصل زر سے زائد جو مشروط فائدہ مقروض سے وصول کیا جاتا ہے وہ کم ہو یا زیادہ، اور وہ کسی بھی نوعیت کا ہو مرکب ہو یا مفرد، ایک گنا ہو یا دس گنا وہ سب کا سب اس اعلان میں داخل ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "درِّ منثور" میں اس آیت {فَلَکُمْ رُؤ□سُ أَمْوَالِکُمْ} کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عباس بن عبد المطلب اور بنی مغیرہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی یہ دونوں حضرات زمانۂ جاہلیت میں باہم شراکت کے ساتھ اپنا روپیہ بنو ثقیف کے لوگوں کو سود پر ادھار دیا کرتے تھے۔[46]

۲۔ مشہور صحابی حضرت فضالہ بن عبید سے ربا کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

(کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَوَجْہٌ مِنْ وُجُوہِ الرِّبَا)[47] "ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے وہ سود کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔"

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: (مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا یَشْتَرِطْ اِلَّا قَضَاءَہٗ)[48]

"جس نے کسی کو کوئی قرض دیا وہ اصل رقم کی ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط نہ رکھے۔"

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

(مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا یَشْتَرِطْ أَفْضَلَ مِنْہُ وَاِنْ کَانَتْ قَبْضَۃً مِنْ عَلَفٍ فَہُوَ رِبًا)[49]

"جو شخص کسی کو کوئی قرض دے تو اس سے زیادہ ادائیگی کی شرط نہ رکھے، اگر وہ ایک مٹھی چارہ بھی ہو گا تو وہ بھی سود ہو گا۔"

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ہی منقول ہے، ایک شخص نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے ایک شخص سے پانچ سو درہم قرض لیا ہے شرط یہ ہے کہ میں اسے استعمال کیلئے اپنا گھوڑا عاریۃ دونگا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

(ما اصاب منہ فہو ربا) "وہ شخص اس گھوڑے سے جو فائدہ اٹھائے گا وہ ربا ہے۔"[50]

الغرض سود کی یہ تعریف ہر لحاظ سے واضح ہے۔ عربی لغت، جاہلی رسم ورواج اور احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں بھی سود کی تعریف کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ ہمیشہ سے ربا کا مفہوم قرض پر کسی بھی قسم کا مالی یا غیر مالی فائدہ سود شمار ہوتا رہا ہے۔ یہی اس کی قانونی اور فقہی تعریف ہے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس تعریف پر اجماعِ امت نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

(وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ نَقْلًا عَنْ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اِشْتِرَاطَ الزِيَادَةِ فِيْ السَّلْفِ رِبًا وَلَوْ كَانَ قَبْضَة مِنْ عَلَفٍ أَوْ حَبَّةٍ)[51] "تمام اہلِ اسلام نے اپنے نبی ﷺ سے نقل کرتے ہوئے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ قرض کے اصل زر پر اضافہ کی شرط لگانا سود ہے خواہ وہ ایک مٹھی چارہ یا ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو۔"

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے بھی بدایۃ المجتہد میں اس تعریف پر اجماع نقل کیا ہے۔[52]

ربا النسیئۃ، ربا الفضل، سود مفرد اور سود مرکب سب اس میں داخل ہیں، اس میں کبھی کسی کو کوئی شبہ نہ رہا ماسوا اس شبہ کے جو کفارِ مکہ کو اور عصرِ حاضر کے اس نظام کے خالق لوگوں کو ہے۔{اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا}[53] "کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہی ہے۔"

سودی نظام انسانیت کی اقتصادی ضرورت قطعاً نہیں ہے، اصلاً تو یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کا متبادل بیع کو قرار دیا ہے، اور یہی اسلام کے تجارتی اور اقتصادی نظام کی بہترین اور مستحکم بنیاد ہے، سود کی لعنت معرض وجود میں آنے سے قبل اسی پر کام چلتا تھا اور خوب چلتا تھا، اس پر مستزاد اہلِ علم یہودی پروپیگنڈے (Propaganda) کے جواب میں جدید دور کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر متعدد حل بھی پیش کر رہے ہیں، جو حقیقتاً احادیث میں بیع اور مرابحہ اور مشارکہ اور قراض ومضاربہ کی وضاحت پر مبنی ہیں۔ یہ سب کچھ پیش نظر رکھ کر بلاخوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ سودی نظام قطعاً انسان کی اقتصادی ضرورت نہیں ہے۔ جو نظام اسلام نے پیش کیا یہ پوری کامیابی کے ساتھ چلا، بلکہ ایسی مثالی فراوانی تھی جو آج کی ترقی یافتہ قوموں کو بھی میسر نہیں ہے، اور یہ سب برکتیں تھیں زمانہِ جاہلیت کے سودی نظام کو مسترد کرنے اور اسلامی معاشرے کو اس سے کلی طور پر پاک کرنے کی۔ فرمایا: {يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[54]

"اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔"

فقراء ومساکین اور بے سہارا محتاجوں کیلئے انشورنس اور بیمہ کے نام پر قمار اور جوئے کے جواز کیلئے حیلہ سازیوں کی بجائے اسلامی

بیت المال اور زکوۃ کا نظام متعارف کرایا جائے۔ جس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جنگ لڑنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

اِسلامی نظامِ اِقتصاد کی برکتوں کے نمونے

صحیح بخاری شریف کے حوالے سے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ عہد نبوی میں یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ "جو شخص ترکہ چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے اور جو قرض چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمہ ہے۔"

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت معاذ بن جبلؓ یمن کے صدقات جمع کرنے کیلئے عامل مقرر تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں وہاں کے بچے ہوئے ایک تہائی صدقات بیت المال میں جمع کرانے کیلئے بھیجے تو حضرت عمرؓ نے انہیں وصول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

(لَمْ أَبْعَثْکَ جَابِيًا وَلَا آخِذُ جِزْيَةً ، وَلٰكِنْ بَعَثْتُکَ لِتَأْخُذْ مِنْ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ فَتَرُدَّ بَا عَلٰى فُقَرَائِهِمْ)

"میں نے تجھے خراج اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے کیلئے نہیں بھیجا، بلکہ اس لیئے بھیجا ہے کہ وہاں کے (مسلمان) اغنیاء سے (زکوۃ وصدقات وغیرہ) وصول کر کے انہیں کے فقراء کو لوٹا دو۔" تو حضرت معاذؓ نے فرمایا تھا: (مَا بَعَثْتُ اِلَيْکَ بِشَيْءٍ حَتّٰى وَأَنَا أَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُه مِنِّيْ)

"میں نے ایسی کوئی چیز آپ کی طرف نہیں بھیجی جسے لینے والا کوئی شخص مجھے یہاں ملا ہو۔"

اس سے اگلے سال حضرت معاذؓ نے جب یمن کے نصف صدقات حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیت المال کے لیئے ارسال کیئے تو امیر المؤمنینؓ نے پھر اپنی وہی بات دہرائی اور حضرت معاذؓ نے بھی وہی جواب دیا۔ تیسرے سال جب حضرت معاذؓ نے وہاں سے وصول ہونے والے تمام صدقات مرکزی حکومت کو ارسال کئے اور حضرت عمرؓ نے پھر وہی بات کہی کہ میں نے تمہیں خراج وصول کرنے کیلئے نہیں بھیجا، تو حضرت معاذؓ نے فرمایا:(مَا وَجَدْتُّ أَحَدًا يَأْخُذُ مِنِّيْ شَيْئًا)[55]

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہدِ خلافت میں بھی ایسا ہی ہوا، انہوں نے عراق میں اپنی طرف سے مقرر "والی" کو لکھا:

(أَخْرِجْ لِلنَّاسِ أَعْطِيَاتِهِمْ) "لوگوں کو ان کے مقررہ وظیفے دیدو۔"

تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سب کو ان کے مقررہ وظائف دیدئے ہیں اس کے بعد بھی بیت المال میں صدقات کا مال باقی ہے، تو عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اسے لکھا:(أُنْظُرْ كُلَّ مَنْ اَدَانَ فِيْ غَيْرِ سَفه وَلَا سَرَفٍ فَاقْضِ عَنْهُ)

"دیکھو جس شخص نے بھی بے وقوفی اور فضول خرچی کے بغیر (مجبوراً) قرضہ لیا ہو اس کی طرف سے قرض ادا کر دو۔"

تو عاملِ عراق نے جواب میں لکھا کہ ایسا بھی کر چکا ہوں۔ لوگوں کے قرض ادا کرنے کے بعد بھی بیت المال میں زائد مال موجود ہے

تو خلیفۃ المسلمین نے انہیں لکھا: (أَنْظُرْ كُلَّ بِكْرٍ لَيْسَ لَهُ مَالٌ فَشَاءَ أَنْ تُزَوِّجَهُ فَزَوِّجْهُ وَأَصْدِقْ عَنْهُ)

"دیکھو کوئی بھی غیر شادی شدہ یہ چاہتا ہو کہ آپ اس کی شادی کر دیں، تو اس کی شادی کرا دو اور بیت المال سے اس کا مہر ادا کر دو۔"

تو اس نے جواب دیا یہ بھی کر چکا ہوں مال پھر بھی بچ گیا ہے۔ تو خلیفۃ المسلمین نے فرمایا:

(أَنْظُرْ مَنْ كَانَتْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ فَضَعُفَ عَنْ أَرْضِهِ فَأَسْلِفْهُ مَا يَقْوَىٰ بِهِ عَلَىٰ عَمَلِ أَرْضِهِ ، فَإِنَّا لَا نُرِيْدُهُمْ لِعَامٍ وَلَا لِعَامَيْنِ)56

"اگر کوئی جزیہ دینے والا اپنی زمین کی آمدن سے جزیہ دینے کے قابل نہیں ہے تو اس کو قرض دیدو جس سے وہ اپنی زمین کا کاروبار چلا سکے، ہم ان سے سال دو سال تک نہیں مانگیں گے۔"

جب بیت المال کے جمع شدہ اموال کا کوئی مصرف نہ ملا تو پھر خلیفۂ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس مال سے غلام خرید کر آزاد کر دیئے، یہ افسانے نہیں تاریخی حقائق ہیں، ایک طرف مال کی یہ فراوانی اور دوسری طرف سرکاری اور نجی اخراجات میں دانشمندانہ تصرفات اس پر مستزاد لوگوں کا استغنا اور سیر چشمی کہ حکومت کی طرف سے ملنے کے باوجود کوئی لینے کو تیار نہیں ہے، اور یہ سود کی لعنت سے بچنے کا نتیجہ تھا۔

قرآن کریم پر ایک اور نظر

مذکورہ بالا تاریخی حقائق اور واقعاتی صورتِ حال کے علاوہ قرآن کریم اور سنتِ نبویہ پر ایمان داری کے ساتھ غور کریں، تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ربا اور ربوی معاملات اور سودی نظام انسان کی اقتصادی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حاجت یا ضرورت کے وقت انسان مجبوراً رِبوی (سودی) نظام سے کلی یا جزوی اِستفادہ کر سکتا ہے، یا کبھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے بلکہ دوٹوک الفاظ میں اس کے متعلق یہی کہا گیا ہے کہ: "سود اور اس کی باقیات کو مکمل طور پر چھوڑ دو، یا پھر اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اضطرار اور مجبوری کے وقت دائمی محرمات کے وقتی جواز کا ذکر کیا ہے، اور جان لیوا بھوک میں بھی جو شخص اس جواز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغاوت نہ کرے اور حدود سے تجاوز نہ کرے تو اسے گناہ نہ ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ }57 "اس نے تم پر صرف مردار اور خون (بہتا ہوا) اور خنزیر کا گوشت اور جس کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو حرام کیا ہے۔ تو جو شخص مجبوری کی حالت میں (انہیں

کھالے) بغاوت کرنے والا اور حد سے گذرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یقیناً اللہ معاف کرنے، رحم فرمانے والا ہے۔"

{ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ }[58]

"تم پر مردار اور خون (بہتا ہوا) اور خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے، اور جو چوٹ لگ کر مر جائے، اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، یہ سب حرام کئے گئے ہیں، اور وہ جانور بھی جسے درندے کھائیں، مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھانوں (وہ مقامات جہاں غیر اللہ کے نام پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہوں) پر ذبح کیا گیا ہو، اور یہ بھی (حرام کیا گیا ہے) کہ تم پانسوں (تیروں) کے ساتھ قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔"

اس آیت کے آخر میں اضطراری حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ اِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَاِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ}[59]

"کہہ دیجئے! مجھ پر جو وحی نازل کی گئی ہے میں اس میں کھانے والا جو کچھ کھاتا ہے اس پر کسی چیز کو حرام نہیں پاتا ماسوائے اس کے کہ مردار ہو یا (ذبح کے وقت بہتا ہوا) خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، سو یہ ناپاک ہیں، یا کوئی گناہ کی چیز ہو جس پر اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے، بغاوت کرنے والا اور حد سے گذرنے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔"

ان آیات مبارکہ میں سب سے بدترین حرام { وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ } "جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو" کے اضطراری حالت میں حسبِ ضرورت جواز کا ذکر کر دیا گیا ہے، مگر کہیں بھی کتاب و سنت میں سود کو اضطراری حالت میں جائز قرار دینے کا ذکر نہیں ملتا، جس کا واضح مطلب ہے کہ سود انسانیت کی بالخصوص مسلمانوں کی اقتصادی ضرورت کبھی نہیں رہی اور نہ ہی کبھی ہو گی۔ (ان شاء اللہ)

اسلامی بینکاری

گذشتہ چند سالوں سے پوری دنیا میں بالعموم اور عالم اسلام میں بالخصوص اسلامی بیداری کی ہوا چلی ہے، اور امتِ مسلمہ اپنی پستی کے اسباب پر غور کرنے لگی ہے، اور اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کی بحالی کیلئے زعماء ہاتھ پاؤں مارنے لگے ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے سود سے نفرت بڑھی اور اس کے خلاف آواز بلند ہوئی تو فوراً اسلامی بینکاری کا فلسفہ معرض وجود میں آ گیا۔ مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور حکومت میں روایتی بینکوں میں ایک غیر سودی کھاتہ PLS کے نام سے متعارف کرایا گیا، اور باور یہ کرایا گیا کہ یہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر غیر سودی کھاتہ ہے۔ حلال روزی کا اہتمام کرنے والے نیک دل لوگ اور بعض دینی اداروں نے بھی اپنے حسابات اس کھاتے میں کھلوائے۔ جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو لوگ اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ اب ایک مدت سے اسلامی

بینکاری کا چرچہ ہے، اس کی بنیادیں اسلام میں تلاش کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اللہ کرے حلال کے متلاشیوں کو ان کی منزل ملے اور ہم سب حرام اور سود کی تباہ کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

"دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو عموماً متعلقہ ملکوں کی حکومتوں، ٹیکسوں اور قانون کے نظام اور مرکزی بینکوں کا تعاون حاصل نہیں ہوتا ایسی صورتحال میں انہیں حاجت یا ضرورت کی بنیاد پر بعض خاص رعایتیں اور رخصتیں دی جاتی ہیں، جو شریعت کے اصل اور مثالی قواعد پر مبنی نہیں ہوتیں۔"[60]

آگے چل کے لکھتے ہیں: "ان (رخصتوں) کا بڑا مقصد نسبتاً کم قابل ترجیح راہِ عمل اختیار کر کے کھلم کھلا حرام سے بچنا ہے۔ اس سے اگرچہ صحیح اسلامی نظام قائم کرنے کے بنیادی مقصد میں زیادہ مدد نہیں ملے گی لیکن یہ راہِ عمل صریح حرام سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجامِ بد سے محفوظ رہنے میں ضرور مددگار ہوگی۔"[61]

اسلامی بینکاری کے ماڈل میں درج ذیل معاہدے شامل ہیں:

۱۔مضاربہ　　۲۔مشارکہ　۳۔استصناع　۴۔مساومہ　۵۔مرابحہ　　۶۔اجارہ　　۷۔سلم

یہ تمام معاہدے بلاشبہ اسلامی طرزِ معیشت کے معاہدے ہیں، بشرطیکہ اسلامی بینک بھی انہیں اصل شکل میں قبول کریں۔ اسلامی بینکوں کی سب سے بڑی اور بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مذکورہ (Modes) کو اکثر کھاتوں میں حیلے کے طور پر لیا ہے، واضح رہے مسلمانوں کا تجارتی لین دین کبھی خالص حرام پر مبنی نہیں رہا، ایسی غلطیاں اور کوتاہیاں اور غیر شرعی شروط ہی ہوتی ہیں جو ان کے عقود کو فاسد اور باطل کر دیتی ہیں۔ مشارکہ اور مضاربہ پر عمل کا دائرہ وسیع ہو جائے تو بہتری کی توقع رکھی جا سکتی ہے، لیکن ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللهِ يَجْحَدُونَ}[62] "اور اللہ نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اُس میں برابر ہو جائیں، تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں۔"

جب حلال و حرام کا شبہ ہو، تب کیا کیا جائے

ویسے تو شریعت نے جس قدر ہمارے لئے ضروری اور مفید تھا اُس قدر واضح فرما دیا، اُس میں حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی جیسا کہ:

۱۔　ارشادِ نبوی ﷺ ہے: (اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ)[63]

"حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین مشتبہات ہیں۔"

۲۔　اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا دوسرا فرمان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ

الْحَرَامِ)[64]

''بہت سے لوگوں کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ یہ (شبہ والی چیز) حلال میں سے ہے یا حرام میں سے۔''

ایسی صورت حال میں ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ شبہات میں پڑنے کی بجائے یقینی اور واضح صورت کو اختیار کرے، کسی بھی معاملے میں شریعت نے شک پر فیصلے کو پسند نہیں کیا بلکہ ہمیشہ شک اور شبہ کو ترک کر کے یقینی صورت پر عمل کا حکم دیا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (فَمَنْ اتَّقَی الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِینِهِ وَعِرْضِهِ)[65] ''جو شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو بچالی''

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص شبہ والی چیزوں سے نہیں بچتا اُس کا دین اور عزت و آبرو بھی غیر محفوظ ہے۔

۴۔ (وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ)[66] ''جو شبہ والی چیزوں میں پڑا وہ حرام ہی میں جا پڑا۔''

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (دَعْ مَا یَرِیبُکَ اِلَی مَا لَا یَرِیبُکَ)[67]

اُس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالنے والی ہے اور اُس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہیں ڈالتی (اُس کی حلّت یقینی ہو)۔

عزیمت کا راستہ:

اس سلیم فکر اور واضح نقطۂ نظر اور صاف، شفاف موقف کی وجہ سے ہمیں تنگ نظری، کم علمی، رجعت پسندی، قدامت پرستی، قلتِ فقاہت، معاشرتی ضروریات اور حالات سے عدم واقفیت، جدید مسائل کے حل کرنے کی صلاحیت سے محرومی وغیرہ کے طعنوں سے تو سابقہ پڑ سکتا ہے، مگر یہ طعن و ملامت باعثِ ننگ و عار نہیں بلکہ عزت و وقار اور تمغۂ افتخار ہے۔ اور یہی مخلص اہلِ ایمان کا طرۂ امتیاز ہے، انہیں برداشت کرنا انبیاءِ کرام اور ان کے رفقاء کی سنت ہے، ہماری نسبت اس پاکباز گروہ سے ہے جو عزیمتوں کا داعی ہے، جو شبہات سے کلی اجتناب کرتا ہے، نصوص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے،

{اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللهِ وَرَسُوْلِهِ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ أَنْ یَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ}[68]

''مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ اُن میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سُن لیا اور مان لیا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' {رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ أَنْتَ الْوَهَّابُ}[69]

''اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما، تو تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔''

وَصَلَّی اللهُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ سورة الفرقان : ٦٧
[2]۔ سوره هود:٨٧
[3]۔ سورة البقرة: ١٨٨
[4]۔ سورة النسآء : ٢٩
[5]۔ سورة النسآء: ٥
[6]۔ سورة الزخرف:٣٢
[7]۔ سورة البقرة: ٢٧٩
[8]۔ سورة الاعراف: ٣١
[9]۔ سورة النسآء :١٣۔١٤
[10]۔ سنن ابن ماجه، بابُ بيعِ الخيارِ ،حديث: ٢١٧٦ (ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد (المتوفى: 273ه) الناشر: دار إحياء الكتب العربية -
[11]۔ الجامع السنن الترمذى،بابُ مَا ذُكِرَ فِي الصُّلْحِ،رقم الحديث:١٢٧٢(محمد بن عيسى الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ه)الناشر: دار الغرب الإسلامي بيروت)
[12]۔ سنن الدار قطنى ، حديث: ٣٠٠١(أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني (المتوفى: 385ه)الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت - لبنان)
[13]۔ سنن ابن ماجه ، باب لاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ ،حديث: ٢٧٠٥
[14]۔ مسند الإمام أحمد،حديث: ١٩٧٧٤(أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (المتوفى: 241ه)الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت - لبنان)
[15]۔ الصحيح المسلم ، باب بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ ...، حديث:٢٧٨٣ (مسلم بن الحجاج القشيري (المتوفى: 261ه)الناشر:إحياء التراث العربي - بيروت)
[16]۔ سورةالحشر :17
[17]۔ سورة الروم: ٣٩
[18]۔ سورة البقرة:٢٧٦
[19]۔ سورة الروم: ٣٧۔٣٨
[20]- سورة البقرة: ١٦١۔١٦٠
[21]- سوره آل عمران: ١٣٠۔١٣١
[22]۔ سورة البقرة:٢٧٥۔٢٨١
[23]- صحيح مسلم ، باب حجة النبیؐ ، حديث:٢١٣٧
24- سورة البقرة: ٢٧٩
[25]- سورة النسآء: ٣٢
[26]- سورة النسآء: ٢٩
[27]- سورة آل عمران : ١٣٠
[28]۔ سورة الحشر : ٧
[29]۔ سورة البقرة: ٢٧٦
[30]۔ سورة القصص : ٧٧
[31]۔ سورة البقرة: ٢٨٠
[32]۔ سورة البقرة: ٢٧٩
[33]۔ سورة البقرة: ٢٧٩
[34]۔ سورة المزمل: ٢٠
[35]۔ سورة البقرة: ٢٨١

[36]- الجامع المسند الصحيح المختصرمن أمور رسول اللہ۔وسننه وأيامه، باب ميراث الأسير،حديث:٦٢٦٦(محمد بن إسماعيلالبخارى:الناشر: دار طوق النجاة)
[37]- سورة البقرة : ٢٧٦
[38]- صحيح بخارى: كِتَابُ الوَصَايَا، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ اليَتَامَى ظُلْمًا، ......} [النساء: 10]حديث ٢٧٦٦:
[39]- صحيح مسلم ، باب لعن آكل الرباء ومؤكله، حديث: ٢٩٩٥
[40]- سنن ابن ماجه ، باب التغليط فى الرباء ، حديث: ٢٢٦٥
[41]- مسند أحمد ، حديث:٢٠٩٥١
[42]- سنن ابن ماجه ، باب التَّغْلِيظِ فِي الرِّبَا، حديث:٢٢٦٤، مسند أحمد، حديث:٨٢٨٦ و ٨٤٠٢
[43]- سنن أبى داؤد،باب اِجْتنَابِ الشُّبُهَات ،حديث: ٢٨٩٣،(أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ) الناشر: المكتبة العصرية، صيدا- بيروت)
[44]- التاريخ الكبير: محمد بن إسماعيل البخاري، أبو عبد الله (المتوفى: 256هـ)الطبعة: دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد - الدكن
[45]- سنن الترمذى ، باب ومن سورة التوبه ، حديث:٣٠١٢
[46]- السيوطى ، الدر المنثور ١ /٣٦٦ (عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ) الناشر: دار الفكر – بيروت)
[47]- السنن الكبرىٰ للبيہقى ٣٥٠/٥ (أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (المتوفى: 458هـ) الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنات)
[48]- مؤطاالإمام مالک ،حديث: ٦١٣ (مالك بن أنس بن مالك المدني (المتوفى: 179هـ) الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت - لبنان)
[49]- مؤطا امام مالک ، حديث: ٦١٣
[50]- السنن الكبرى للبيہقى ، ٣٥٠/٥
[51]- التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد ، ٦٨/٤(أبوعمر يوسف بن عبد الله عبد البر (المتوفى: 463هـ) الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية - المغرب)
[52]- بداية المجتهد ونهايية المقتصد ١٢٧/٢ (أبو الوليد محمد بن أحمد القرطبي (المتوفى: 595هـ) الناشر: دار الحديث - القاهرة)
[53]- سورة البقرة: ٢٧٥
[54]- سورة البقرة:٢٧٦
[55]- كتاب الأموال لأبى عبيد ، ص: ٧١(أبو عُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي البغدادي (المتوفى: 224هـ)الناشر: دار الفكر. - بيروت.)
[56]- كتاب الأموال لأبى عبيد ، ص: ٧١
[57]- سورة البقرة: ١٧٣
[58]- سورة المائدة : ٣
[59]- سورة الأنعام: ١٤٥
[60]- اسلامی بینکاری کی بنیادیں :مؤلف جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (ص:٢٤)
[61]- اسلامی بینکاری کی بنیادیں :مؤلف جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (ص: ٢٥)
[62]- سورة النحل : ٤١
[63]- صحيح بخارى ، كتاب الإيمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ
[64]- جامع ترمذى ،كتاب البيوع ، باب مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الشُّبُهَاتِ ،ج٢، ص:٥١١، إحياء التراث
[65]- صحيح بخارى ، كتاب الإيمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، ومسلم وغيرها
[66]- صحيح بخارى ، كتاب الإيمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، ومسلم وغيرها
[67]- صحيح بخارى ، كتاب البيوع ، باب تفسيرِ الشُّبُهاتِ
[68]- سورة النور:٥١
[69] - سوره آل عمران: ٨